

صلوة وسلام قبل الاذان



مفتی محمد شوکت علی

نام کتاب فیضانِ حضورؐ پر پشیمان برائے قمریہ پ نحرانی رمضان
یعنی

اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام

مصنف علامہ مفتی محمد شوکت علی سیالوی مدظلہ العالی

خانہ نوال

اشاعت بہار اول رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ بمطابق اگست 2010ء

1100

تعداد

32

صفحات

محمد صفدر علی صابر، محمد شمس الحق چشتی۔ کبیر والا سعادت کپور سنگ

صفدر صابر کپور سنگ پرائیویٹ نزد گری کالج ملتان روڈ طبع

کبیر والا۔ 0300-7892820

20 روپے

قیمت

ناشر

بزمِ غلامانِ محمدیہ سیال بہال۔ خانہ نوال

0345-8639445

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام

علی سیدنا و مولانا محمد و علی القوا صحابہ اجمعین۔ اما بعد۔

بہت سارے مسلمان احباب کی جانب سے پُر زور اصرار تھا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کے مسئلہ پر کچھ تحریر کیا جائے۔ اس حوالہ سے سب سے پہلی گزارش یہ ہے کہ:-

کیا اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام علمائے بریلی نے شروع کیا ہے؟

۱۔ علامہ امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی الشافعی (المعروف

۹۰۲ھ) اپنی

کتاب ”القول البدیع فی الصلوٰۃ والسلام علی الحبيب الشلیح“ ص ۱۹۵، ۱۹۶ (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ - بیروت) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

قد احدث المؤذنون الصلوٰۃ والسلام علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عقب الاذان للفرق بين الصبح والجمعة فانهم يقدمون ذلك فيها علی الاذان والا المغرب فانهم لا يفعلونه اصلاً لضيق وقتها وكان ابتداء حدوث ذلك من ايام السلطان صلاح الدين ابی المظفر يوسف بن ایوب وامره واما قبل ذلك فانه لما قتل الحاكم ابن العزيز امرت اخوته المستملک ان یسلم علی ولده الظاهر فسلم علیہ بما صورته السلام علی الامام الظاهر ثم استمر السلام علی الخلفاء بعده خلفاً بعد سلف الی ان ابطله صلاح المذکور جوزی خیراً“

یعنی ”مؤذنین حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر جو صلوٰۃ و سلام اذان کے فوراً بعد پڑھتے ہیں عصر، عشاء میں اور فجر اور جمعہ میں اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب میں وقت کی بجلی کے چلنے نظر بالکل نہیں پڑھتے اس کا آغاز سلطان صلاح الدین ایوبی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے دور سلطانی میں انہیں کے حکم پر ہوا۔

اور اس سے پہلے جب مصر میں اسماعیلیہ کا حکمران حاکم بن المعز قتل ہوا تھا ۳۱۱ھ میں تو اس کی بیمن بست الملک نے حکم جاری کیا تھا کہ حاکم کے بیٹے ظاہر پر اذان کے ساتھ سلام بھیجا جائے۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ مؤذنین اذان کے ساتھ ہوں کہتے ”السلام علی الامام الظاہر“ پھر اس کے بعد تمام اسماعیلی عسکرانوں میں یہ سلسلہ جاری رہا کہ ہر حکمران پر اذان کے ساتھ سلام پڑھا جاتا تھا، یہاں تک کہ اسے سلطان صلاح الدین ایوبی مذکور نے باطل کیا۔ اللہ اسے جزائے خیر عطا فرمائے۔“

۲۔ حارف باللہ امام عبدالوہاب بن احمد اشعرانی (المتوفی ۹۷۳ھ) اپنی کتاب ”کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ“ صفحہ ۹۵ (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔ بیروت) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

”خاتمہ“ قال شیخنا وحی اللہ علیہ السلام یکن التسلیم الذی یفعلہ المؤمنون فی ایام حیاتیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ولا الخلفاء الراشدین، قال، کان فی ایام الروافض بمصر شرعوا التسلیم علی الخلیفۃ ووزرائہ بعد الاذان الی ان توفی الحاکم بامر اللہ ولو ااعتد فسلموا علیہا وعلی وزراء اتہامن النساء۔ فلما توفی الملک العادل صلاح الدین بن ایوب فابطل هذه البدع و امر

المؤذنين بالصلوة والسلام على رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم بدل
تلك البدعة وامر بها اهل الامصار والقري فجزاه الله خيرا“

یعنی ”ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ والسلام
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کے دور
مقدس میں نہ تھا۔ فرمایا کہ مصر میں رافضیوں نے اپنے خلفاء پر اور وزراء پر اذان کے
بعد سلام شروع کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ جب ان کا حکمران حاکم ہمارا اللہ تل ہو تو
رافضیوں نے اس کی بھن کو حکمران مقرر کیا۔ لہذا اس عورت ست الملک اور اس کی
وزراء خواتین پر اذان کے ساتھ سلام پڑھا گیا۔ پھر جب سلطان عادل حضرت صلاح
الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ مصر کے سلطان بنے تو انہوں نے ان تمام بدعتوں کو ختم کیا
اور تمام شہروں اور دیہاتوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر
اذانوں کے ساتھ سلام پڑھنے کا حکم جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے“

۳۔ محدث جلیل امام جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) اپنی کتاب ”کتاب
الوسائل الی معرفة الاول وال“ صفحہ ۳۶، ۳۷ (مطبوعہ برکات رضا گھرات۔ انڈیا)
پر ارشاد فرماتے ہیں:-

اول ما زيد الصلوة والسلام بعد كل اذان المنارة في زمن السلطان
المنصور حاجي بن الاشرف شعبان بن حسين بن الناصر محمد بن منصور
بامر المحاسب نجم الدين الطنيزي و ذلك في شعبان سنة احدى
وتسعين وسبع مائه وكان حدث قبل ذلك في ايام السلطان صلاح الدين
بن ايوب ان يقال قبل اذان الفجر في كل ليلة بمصر والشام السلام على

رسول اللہ ﷺ واستمر ذلك الى سنة سبع وتسعين وسبعماية فليد بامر المحتسب صلاح الدين البرلسي ان يقال ” الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ ثم جعل عقب كل اذان سنة احدى وتسعين وسبعماية“

یعنی ”متاثرہ پر اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام شعبان المعظم ۹۱ھ میں سلطان منصور جامی بن اشرف شعبان بن حسین الناصر محمد بن منصور کے دور میں محاسب نجم الدین المظہدی کے حکم پر شروع ہوا اور اس سے پہلے سلطان صلاح الدین بن ایوب علیہ الرحمۃ کے زمانے میں ہر رات اذان فجر سے پہلے ”السلام علی رسول اللہ“ شروع کیا گیا۔ یہ سلسلہ معروضات میں جاری رہا یہاں تک کہ ۸۶۷ھ میں محاسب صلاح الدین

البرلسی کے حکم پر ”الصلوة والسلام عليك يا رسول الله“ پڑھے جانے کا حکم جاری ہوا اور پھر ہر اذان کے ساتھ ۸۹۱ھ میں شروع کیا گیا۔

۳۔ علامہ محقق فقیہ الشیخ علاء الدین محمد بن علی الحنفی (المتوفی ۱۰۸۸ھ) الدر المختار علی تنویر الابصار جلد ۲ صفحہ ۷۰، ۷۱ (مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ۔ کوئٹہ) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

فائدة: ”التسليم بعد الاذان حدث في ربيع الاخر سنة سبعماية واحدى وثمانين في عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث في الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة“ یعنی اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام ہی کی رات، ربیع الثانی ۸۱ھ میں شروع کیا گیا پھر جمعہ کے دن پھر دس سال بعد سوائے مغرب کے ہر اذان کے ساتھ پھر اذان مغرب کے ساتھ بھی دو

مرتبہ۔ یہ تمام بدعت حسنة ہے۔

۵۔ درج بالا عبارات کی شرح میں علامہ فقیر سید محمد امین ابن عابدین شامی (المتوفی ۱۲۴۸ھ) رد المحتار علی الدر المختار جلد ۲ صفحہ ۷۰، ۷۱ (مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

قوله (مسنة ۷۸ھ) كذا في النهر عن حسن المحاضرة للسيوطي ثم نقل عن القول البديع للسخاوي انه في ۷۹ھ وان ابتدائه كان في ايام السلطان الامير صلاح الدين بامرہ۔ قوله (ثم فيها مرتين) اي في المغرب كما صرح به في الخزان لكن لم يقله في النهر ولم اراه في غيره وكان ذلك كان موجوداً في زمن الشارح او المراد به ما يفعل عقب اذان المغرب ثم بعده بين العشاءين ليلة الجمعة والاثنين وهو المسمى في دمشق تكبيرا۔ كالذي يفعل قبل اذان الظهر يوم الجمعة ولم ارم من ذكره ايضاً۔ قوله (وهو بدعة حسنة) قال في النهر عن القول البديع والصواب من الاقوال انها بدعة حسنة۔

یعنی صاحب در مختار کا یہ فرمانا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام ۷۸ھ میں شروع ہوا اس بات کو فقہ حنفی کی کتاب ”النہر الفائق“ میں امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ”حسن المحاضرة“ کے حوالے سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

پھر اسی ”النہر الفائق“ میں امام سخاوی کی ”القول البديع“ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ اس کا آغاز سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں ہوا۔

آگے علامہ شامی فرماتے ہیں۔ مغرب کی اذان کے ساتھ دو مرتبہ صلوٰۃ و سلام کی بات

”فقہ حنفی کی کتاب غزائیں میں بھی بیان کی گئی ہے۔ لیکن ”النہر الفائق“ میں یاد مگر کتابوں میں مغرب کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کی بات میں نے نہیں دیکھی گو یا کہ مغرب کے ساتھ صلوٰۃ و سلام صاحب درمختار کے دور میں موجود تھی یا پھر اس سے مراد وہ صلوٰۃ و سلام ہے جو مغرب کی اذان کے بعد پھر جمعہ اور ہی کی راتوں میں مغرب و عشاء کے درمیان پڑھی جاتا ہے جسے دمشق میں تذکیر کہتے ہیں۔ اس تذکیر کا ذکر بھی میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

پھر علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:- صاحب درمختار کا فرمانا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام بدعت حسنہ ہے۔۔۔ یہ بات ”النہر الفائق“ میں ”القول البدیع“ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے کہ تمام اقوال میں درست قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہی ہے۔

۶۔ علامہ سید احمد الخطاوی النحلی (المتوفی ۱۲۳۱ھ) اپنے حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۱۵۵ (مطبوعہ نور مباح المطابع کراچی) پر ارشاد فرماتے ہیں:-
 وفي الدرّة المنيفة..... واول ما زيدت الصلوة على النبي صلى الله
 تعالى عليه واله وسلم بعد الاذان على المنارة في زمن حاجي بن اشرف
 شعبان بن حسين بن محمد بن قلاوون بامر المحتسب نجم الدين
 الطنيزي وذلك في شعبان سنة احدى وتسعين وسبعائة كذا في
 الاوتل للسيوطي والصواب من الاقوال انها بدعة حسنة“

یعنی الدرّة المنيفة میں ہے کہ اذان کے بعد منارہ کے اوپر نبی کریم علیہ السلام پر جو صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے اس کا آغاز ۹۱۷ھ میں حاجی بن اشرف علیہ الرحمۃ کے

دور میں محاسب نجم الدین الطنجدی کے حکم سے ہوا۔ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "الاوائل" میں اسی طرح ہے اور سب سے درست قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ دور حاضر کے عظیم فقہی محقق علامہ عبدالرحمن الجزیری اپنی کتاب "کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ" جلد اول صفحہ ۲۹۶ (مطبوعہ مرکز الی سنت برکات رضا گھمات۔ اعتراف) پر ارشاد فرماتے ہیں: "الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عقبہ مشر و عقبہ بلا خلاف سواء کانت من المؤذن او من غیرہ لما رواہ مسلم من ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی عامہ یشمل المؤذن و غیرہ من السامعین ولم یخص الحدیث ان تکتون سرا

_____ وقد صرح الشافعیہ والحنابلہ بانہا سنہ _____ الخ

یعنی اذان کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بغیر کسی اختلاف کے شرعاً جائز ہے چاہے مؤذن اذان کے بعد پڑھے یا دیگر سامعین۔۔۔ کہ مسلم شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان گرامی موجود ہے کہ ارشاد فرمایا جب مؤذن کی اذان سنو تو اس کا جواب دو اور اذان کے بعد مجھ پر صلوٰۃ پڑھو" یہ حکم عام ہے جو مؤذن اور ہر اذان سننے والے مسلمان کو شامل ہے اور آہستہ صلوٰۃ پڑھنے کی حدیث میں کوئی نص نہیں (لہذا اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام مؤذن جو اونچی آواز میں پڑھتا ہے جائز ہے) آگے جا کر فرمایا کہ: "اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام کے جائز ہونے کی حلقائے شافعیہ اور علمائے حنبلیہ نے تصریح فرمائی ہوئی ہے۔

۸۔ حرمین شریفین کے مفتی اور امام حرم کہ حضرت سید احمد بن ربیع و سلطان کی رحمۃ اللہ

علیہ الہی کتاب ”الدرر السنیة فی الرد علی الوہابیہ“ صفحہ ۳۱ (مطبوعہ مکتبہ
 بائق۔ احتیول۔ ترکی) پر ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی میں جہاں
 دوسری اور بہت ساری خرابیاں موجود تھیں ان میں ایک یہ تھی کہ ”کان ینہی عن
 الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ینادی من سماعہا ینہی
 عن الاتیان بہا لیلۃ الجمعة وعن الجہر بہا علی المنائر ویودی من یفعل
 ذلک ویعاقبہ اشد العقاب حتی انہ قتل رجلا اعمی کان مؤذنا صالحا ذا
 صوت حسن نہاف عن الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فامر
 بقتلہ فقتل ثم قال ان الریاست فی بیت الخاطنة یعنی اثر الیۃ اقل المامن
 ینادی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فی المنائر“

یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر صلوٰۃ
 و سلام سے منع کیا کرتا تھا اور دُور و سلام کے سننے سے اسے تکلیف ہوا کرتی تھی اور
 جعرات کو اونچی آواز کے ساتھ پڑھنے سے روکا کرتا تھا۔ اسی طرح یمینوں پر
 مؤذنین کو اونچی آواز کے ساتھ صلوٰۃ و سلام سے روکتا تھا اور اس پر بڑی شدید سزا دی
 دیا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک نابینا مؤذن جو بڑا صالح اور اچھی آواز والا تھا اس کو
 صرف اسی وجہ سے قتل کر دیا کہ اس نے اذان کے ساتھ یمین پر صلوٰۃ و سلام پڑھا
 ہے اور یہ کہتا تھا کہ کسی پر زانیہ عورت کے گھر میں زنا کی تہمت کا گناہ تو ہوا ہے مگر اذان
 کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کا گناہ زیادہ ہے۔ (نعوذ باللہ من هذا القول الشیع)

بہر حال واضح ہوا کہ حرم شریف پر وہابی حکومت کے آنے سے قبل تک اذان کے ساتھ
 صلوٰۃ و سلام موجود تھا اور ملتیمان حرم کے نزدیک بالکل جائز و مشروع تھا تب ہی تو اس

کے بند کرنے پر علمائے اہل سنت حرمین شریفین کے خلاف لکھ رہے ہیں۔

درج بالا کی بات علامہ السید احمد بن زینی دحلان کی ہے ”الدور السنية“ کے صفحہ ۵۲ پر بھی لکھی ہے۔

نتیجہء بحث

درج بالا تمام کی تمام بحث سے یہ نتیجہ واضح ہوا کہ:-

۱۔ اذان کے ساتھ اپنے ٹکرائوں پر سلام عبیدی، اسماعیلی ٹکرائوں نے حاکم پامرائٹ کے نقل کے بعد ۳۱۱ھ میں مصر میں شروع کیا تھا۔

۲۔ ان کے اس فسادِ فعل اور قبیح رسم کو ختم کرنے کے لیے ۵۶۷ھ میں حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی (المعروف ۵۸۳ھ) نے اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کا اجرا کیا۔

۳۔ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کے دورِ سلطنت ۵۶۷ھ سے ۶۹۱ھ تک اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام صرف مصر و شام میں جاری رہا۔

۴۔ پھر ۶۹۱ھ میں حاجی الاشرف شعبان بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے تمام عالم اسلام میں حرمین شریفین سمیت جاری ہو گیا۔

۵۔ وہابی حکومت کے آنے سے قبل تک حرمین شریفین میں بھی اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام جاری رہا۔

۶۔ درج بالا میں ہم نے آٹھ کتب معتبرہ کے حوالہ سے درج بالا پانچ نکات واضح کئے جس سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کوئی علمائے اہل سنت بریلوئی نے شروع نہیں کیا بلکہ آج (شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ) سے آٹھ سو

چھ سو ساٹھ سال قبل ۵۶۷ھ میں شروع ہوا اور اس وقت سے عالم اسلام میں جاری و ساری ہے۔ لہٰذا ہر وہ صاحب جو یہ سمجھتا ہے کہ صلوٰۃ و سلام مع الاذان طاعت پر مبنی کی ایجاد ہے وہ اپنا ریکارڈ درست فرمائے۔

۷۔ ذکر کئے گئے حوالہ جات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کا مسئلہ الدر المختار، رد المحتار للشامی، حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، کشف الغمہ لامام الشعرانی، القول البدیع للسخاوی، کتاب الاوائل، اور حسن المحاضرة للسيوطی، الدرۃ المنیقة، الدر النسیۃ، کتاب الفقه علی المذاهب الاربعۃ للجزیری اور الشہر الفائق، وغیرہ اکابر معتبرہ میں موجود ہے۔

۸۔ مذکورہ حوالہ جات سے یہ بھی واضح ہوا کہ

☆..... علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی۔

☆..... علامہ علامہ الدین محمد بن علی الحنفی الحنفی۔

☆..... علامہ سید احمد طحطاوی حنفی۔

☆..... علامہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی شافعی۔

☆..... علامہ امام عبدالوہاب شعرانی شافعی۔

☆..... علامہ سید احمد بن زینی وطلان مکی شافعی۔

☆..... علامہ جلال الدین سیوطی شافعی۔

☆..... علامہ عبدالرحمن الجزیری۔

نے واضح تصریحات فرمائیں ہیں کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام جائز اور شروع ہے

بدعت سمجھ نہیں بلکہ بدعت حسنة ہے جو جنتی اچھی نیت سے پڑھے گا اتنا زیادہ اجر و ثواب حاصل کرے گا۔

کیا اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام سے اذان میں اضافہ ہو جاتا ہے؟

۱۔ صحیح بخاری شریف جلد اول صفحہ ۸۸ کتاب الاذان باب الاذان للمصافر الخ (مطہر قدس کی کتب خانہ کراچی) پر ہے۔

حدثنا مسدد قال اخبرنا يحيى عن عبيد الله بن عمر قال حدثني نافع قال اذن ابن عمر في ليلة باردة بضجنان ثم قال صلوا الهی و حالکم فاعبرنا ان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کان یامر مؤذنا یؤذن ثم یقول علی التره الا صلوا الهی الر حال فی اللیلة الباردة و قال المطیر فی السفر

یعنی حضرت نافع تابعی ارشاد فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے بھیجیں میل کے قاصدے پر واقع صبحان پہاڑ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان دی سردرات میں پھر اذان کے بعد فرمایا صلوا الهی و حالکم اور ہمیں خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سفر میں سردرات میں یا بارش والی رات میں مؤذن کو تحکم دیتے تھے کہ اذان پڑھو اور اذان کے بعد یہ کہہ دو الا صلوا الهی الر حال ”حدیث درج بالا سے پتہ چلا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حالت سفر میں سردی اور بارش کے موقع پر مؤذن کو تحکم دیتے تھے کہ اذان کے فوراً بعد اونچی آواز میں یہ اعلان کرو الا صلوا الهی الر حال یعنی اپنی اپنی جگہ میں نماز پڑھ لو۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے کد سال اقدس کے بعد حضرت امین عمر

وحی اللہ عنہما نے اس پر عمل فرمایا جیسا کہ حدیث بالا میں ذکر ہوا۔

جس سے نتیجہ نکلا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی کا اعتقاد ہے کہ جب بھی ایسی حالت ہوگی تو اذان کے فوراً بعد مؤذن اونچی آواز سے کہہ دے ”الاصلو فی الر حال“

۱۔ حدیث درج بالا کی شرح میں حافظ ابن حجر (المعروفی ۸۵۲ھ) فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ (مطبوعہ مکتبہ سلفیہ) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

(ثم يقول في التروء) صريح في ان القول المذکور كان بعد فراغ الاذان یعنی اس حدیث شریف میں تصریح ہے کہ الاصلو فی الر حال اذان سے فارغ ہونے کے بعد ہوتا تھا۔

۲۔ علامہ امام بدر الدین محمود صنی خلی (المعروفی ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۱۳ (مطبوعہ مکتبہ شیعہ یہ کوئٹہ) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

(ثم يقول) يشعر بان القول به كان بعد الاذان ”یعنی“ ”الاصلو فی الر حال“ اذان کے بعد تھا۔

۳۔ ملک الحمد شین علامہ محمد طاہر العثقی (المعروفی ۹۸۶ھ) مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۳۰۷ (مطبوعہ دارالایمان مدینہ منورہ) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

قوله ثم يقول ظاهره انه بعد الفراغ من الاذان، ظاہر یہ ہے کہ اذان سے فراغت کے بعد کہا جائے گا۔

۴۔ علامہ انور شاہ کشمیری محدث دہلوی ہندی انوار الباری شرح صحیح البخاری جلد ۶ جز ۱۵ صفحہ ۲۳۹ (مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ ملتان) پر فرماتے ہیں:- قوله

الاصلو فی الر حال پر فرمایا کہ غالباً یہ اعلان اذان پوری ہونے کے بعد ہی ہوگا۔

۵۔ علامہ محمد ذکریا سہارنپوری دیوبندی اور جز الصالک الی مؤطا امام مالک جلد اول صفحہ ۱۹۳ (مطبوعہ مکتبہ اعدایہ۔ ملتان) پر فرماتے ہیں:-

”والظاهر انه قال ذلك بعد الفراغ من الاذان“ یعنی ظاہر یہ ہے کہ الاصلو فی الر حال اذان مکمل ہونے کے بعد ہی ہوگا۔

درج بالا تمام حوالہ جات سے واضح ہوا کہ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، امام مالک امام احمد بن حنبل علیہم الر حمہ کی طرح درج بالا شارحین محدثین نے حدیث مذکور کی صحت کو بھی تسلیم کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ اذان کے فوراً بعد الاصلو فی الر حال پڑھا گیا حالت سفر میں سرد اور بارش والی رات میں۔

صحیح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۳۳ کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی الر حال فی المطر (مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) پر ہے:-

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا ابي حدثنا عبد الله حدثني نافع عن ابن عمر انه نادى بالصلاة في ليلة ذات برد وريح ومطر فقال في آخر ندائه الا صلوا في ر حالكم الا صلوا في الر حال ثم قال ان رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم كان يامر المؤذن اذا كانت ليلة باردة او ذات مطر في السفر ان يقول الا صلوا في ر حالكم۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سردی آمدگی اور بارش والی رات میں اپنی اذان کے آخر میں الا صلوا فی ر حالکم الا صلوا فی ر حالکم پڑھتے تھے اور اسے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اس حالت میں مبارک طریقہ

بتاتے تھے حالت ستر میں۔

اذان یحییٰ اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور لا الہ الا اللہ پر ختم ہوتی ہے اگر اذان مکمل ہونے کے بعد ضرورت کے وقت مؤذن کا کچھ کلمات پڑھنے سے اذان میں اضافہ ہو جاتا ہے تو امت کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یہ مبارک طریقہ کیوں جاری فرمایا ہے؟ صاف پتا چلا کہ ضرورت کے وقت اذان کے بعد کچھ مخصوص کلمات پڑھنے سے اذان میں اضافہ نہیں ہو جاتا اور نہ آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی یہ طریقہ جاری نہ فرماتے۔ نہ ہی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہ رائج اور جاری ہوتا۔

اذان کے بعد کی بات تو تمام اہل علم پر واضح ہے جب کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تو اٹھائے اذان میں ایسی حالت میں ان کلمات کے حوالے کا کل ہیں۔

چنانچہ صحیح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۳۳ (مطبوعہ قدسی کتب خانہ کراچی) پر ہے :- حدثنی علی بن حجر السعیدی حدثنا اسماعیل بن عبد الحمید صاحب الزیادۃ عن عبد اللہ بن الحارث عن عبد اللہ بن عباس انہ قال لمؤذنہ فی یوم مطیر اذا قلت اشہدان لا الہ الا اللہ اشہدان محمد رسول اللہ فلا تقل حی علی الصلوۃ قل صلوا فی بیوتکم قال فکان الناس استنکروا و اذا ک فقال اتعجبون من ذالقد فعل ذامن هو غیر منی ان الجمعة عزمة وانی کرہت ان اخرجکم فتمشوا فی الطین و الدحض۔

یعنی عبداللہ بن حارث تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بارش والے دن اپنے مؤذن کو حکم فرمایا کہ اذان میں حی علی

الصلوة ذکرتا بلکہ اسی جگہ صلو الہی بیو نکم کہنا عہد اللہ بن حارث کہتے ہیں کہ لوگوں نے گویا کہ حضرت ابن عباس کی بات کو پسند نہیں فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات سے تعجب کر رہے ہو حالانکہ یہ بات مجھ سے بھی افضل ہستی (یعنی نبی علیہ السلام) نے فرمائی ہے۔ بے شک جماعت ایک وجوہی امر ہے میں نے پسند نہیں کیا کہ تمہیں حرج میں ڈالوں کہ تم لوگ کچھ اور گارے میں چلے آؤ۔“

درج بالا حدیث شریف کی شرح میں علامہ امام غنی الدین شرف نووی (المعروفی ۶۷۶ھ) شرح صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۴۴ پر ارشاد فرماتے ہیں:-

فی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ان یقول الا صلوا فی و حالکم فی نفس الاذان و فی حدیث ابن عمر انہ قال فی آخر ندائہ والامر ان جاز ان نص علیہما الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فی الام فی کتاب الاذان وتابعہ جمہور اصحابنا فی ذلک فیجوز بعد الاذان و فی الثانیۃ ثبوت السنۃ فیہما لکن قولہ بعدہ احسن لیبقی نظم الاذان علی وضعہ الخ۔“

یعنی حدیث ابن عباس میں ہے کہ الا صلوا الہی و حالکم اذان کے بعد کہنا ہے جب کہ حدیث ابن عمر میں ہے کہ اذان کے بعد کہنا ہے اور یہ دونوں طریقے جائز ہیں امام شافعی نے اپنی کتاب الام کے باب الاذان میں اس پر نص وارد فرمائی ہے اور ہمارے جمہور اصحاب شافعیہ نے امام شافعی کی اتباع میں یہی قول کیا ہے کہ اذان کے بعد بھی ایسا کہنا جائز ہے سنت سے ثابت ہے اور اذان کے بعد بھی جائز ہے البتہ اذان کے بعد کہنا زیادہ اچھا ہے۔ تاکہ اذان کے الفاظ اپنی وضع پر قائم رہیں۔

علامہ محدث ابن رجب حنبلی (المعروفی ۷۹۵ھ) اپنی شہرہ آفاق شرح صحیح

بخاری مسمیٰ بفتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۲۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

وكذا فهمه الشافعي فانه قال في كتابه اذا كانت ليلة مطيرة او ذات ريح
وعلمة يستحب ان يقول المؤذن اذا فرغ من اذانه الا صلوا الفري حالكم فان
قال في التاء الاذان بعد الحيلة فلا بأس وكذا قال عامة اصحابه سوى ابى
المعالي فانه استبعد ذلك التاء الاذان واما الا بدال بالحيلتين بقوله الا
صلوا الفري الر حال فانه اغرب واغرب-

یعنی حضرت امام شافعی نے اسی طرح سمجھا ہے پس بے شک انہوں نے اپنی کتاب
میں فرمایا کہ جب رات بارش والی ہو یا آندھی اور اندھیرے والی ہو تو مستحب ہے کہ
مؤذن اذان سے فراغت کے بعد الا صلوا الفري حالکم کہہ دیا کرے اور اگر حی
علی الفلاح کے بعد اذان کے اندر بھی کہہ دے تو کوئی حرج نہیں اور امام ابوالحالی
کے سوا باقی تمام شافعی علماء اسی طرح کہتے ہیں۔ ابوالحالی اذان کے اندر کہنے کو بعید
قرار دیتے ہیں اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی جگہ اذان کے اندر
الا صلوا الفري الر حال کہنا یہ بڑا غریب قول ہے۔

علمائے دیوبند میں علامہ محمد زکریا سہارنپوری (المصنفی ۱۳۰۲ھ
) (وجز المسالك جلد ۱ صفحہ ۱۹۳) (مطبوعہ مکتبہ اعدیب۔ مکان) پر فرماتے ہیں:-

قال النووي في حديث ابن عمر انها فقال بعد الاذان وفي حديث ابن عباس
عند الصحيحين انها فقال في الاذان-

یعنی امام نووی شافعی نے ارشاد فرمایا کہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کی حدیث میں ہے کہ الا صلوا الفري الر حال اذان کے بعد کہا جائے گا اور بخاری

وسلم میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے کہ اذان کے اندر کہا جائے گا۔

انکی گزارش میں یہ بھی کروں گا کہ اس مسئلہ پر آنے والی احادیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا جائے تو اس میں ستر کی قید بھی نہیں ہوتی اور یہی مذہب امام مسلم علیہ الرحمۃ کا ہے کہ آپ صحیح مسلم شریف میں اس مضمون کے تحت آنے والی روایات کو ملاحظہ فرمائیں آپ کو کہیں بھی ستر کی قید نظر نہ آئے گی۔ جس سے واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور امام احمد شہین امام مسلم حضرت میں بھی، مگر بارش ہوا عدمی ہو یا رات بہت زیادہ تاریک ہو تو اذان کے اندر الاصلو الھی و حالکم کے اعلان کو جائز سمجھتے ہیں۔

استدراک

اذان ایک امر شرعی ہے اور اس کے الفاظ توقیفی ہیں اللہ اکبر سے اذان شروع ہوتی ہے اور لا الہ الا اللہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت شارع علیہ السلام کے علاوہ کوئی اپنی جانب سے اس میں رد و بدل یا اضافہ نہیں کر سکتا۔ اذان فجر میں ”الصلوۃ خیر من النوم“ کے کلمات خود حضرت شارع علیہ السلام نے رکھوائے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اسی طرح مرفوع احادیث میں ”الاصلو الھی الر حال“ کے کلمات خود حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہیں مگر اذان کے بعد ثابت ہیں اذان کے اندر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کی جگہ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا اجتہاد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا حکم بخاری شریف جلد اول صفحہ ۸۸ پر موجود ہے مؤذن کو کہ ”ان يقول في التره“ یعنی اذان کے بعد کہتا ہے۔ ”الاصلو افي الر حال“ اسی طرح طائے امت نے بھی حدیث ابن عباس کی وجہ سے اگرچہ اذان کے اعدہ حسی علی الفلاح کے بعد الاصلو افي الر حال کہنے کو جائز کہا لیکن احسن یہی قرار دیا کہ اذان کے بعد ہوتا کہ اذان کے الفاظ و قلم اپنی وضع اور اصل حالت پر قائم رہیں اور حسی علی الصلوۃ اور حسی علی الفلاح کہ جگہ بدل کر ”الاصلو افي الر حال“ کہنے کو غریب یعنی بہت زیادہ غریب قرار دیا اور غریب کا مطلب یہی ہے کہ یہ صرف حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے جس میں ان کی ہمنوائی دیگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے نہیں کی ہے۔ الاصلو افي الر حال کے کلمات چونکہ خود حضرت شارح علیہ السلام سے ثابت ہیں لہذا حضرت ابن عباس نے اذان کے اعدان کے جواز کا قول کیا اور عمل بھی کیا۔

لہذا بادشہ و آئندگی یا تاریکی والی رات میں اذان کے اعدہ الاصلو افي الر حال اور فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم نبی علیہ السلام سے ثابت ہونے کی وجہ سے جائز و درست ہیں ان کے علاوہ کوئی دیگر کلمات اذان کے اعدہ کہنے ہرگز ہرگز جائز نہیں جیسے اذان میں شہادتین کے بعد سیدنا موسیٰ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت و ولایت کی شہادت اذان کے اعدہ دینا یہ جائز نہیں بلکہ اذان میں اضافہ ہوگا۔

نتیجہ بحث

یہ نکلا کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کے صحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور علمائے امت سے پوری صراحت سے ثابت ہو گیا کہ ضرورت کے وقت اذان کے بعد الاصلو الی الر حال کہنا دو مرتبہ مؤذن کا قطعاً جائز و ثابت ہے۔ چنانچہ اسی سے ثابت ہو گیا کہ ضرورت کے وقت اگر کچھ کلمات اذان کے بعد مؤذن کہہ دے تو جائز ہے اس سے اذان میں اضافہ نہیں ہو جاتا۔

۲۔ ابو داؤد شریف جلد اول صفحہ ۸۴ باب الاذان طرق العنارۃ (مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ - لبنان) پر ہے:-

حدثنا احمد بن محمد بن ايوب ثنا البراهيم بن سعد عن محمد بن اسحق عن محمد بن جعفر بن الزبير عن عروة بن الزبير عن امرأة من بنى النجار قالت كان بيتي من أطول البيت كان حول المسجد فكان بلال يؤذن عليه الفجر فياتي بسحر فيجلس على البيت ينظر الى الفجر فاذا رآه لمطى ثم قال اللهم اني احمدك واستعينك على قریش ان يقيموا دينك قالت ثم يؤذن قالت والله ما علمته كان تركها ليلة واحدة يعني هذه الكلمات

یعنی حضرت عروۃ بن زبیر بنو نجار کی ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں کہ مسجد نبوی شریف کے ارد گرد گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان میرے گھر کی چھت پر دیتے تھے آپ صبح میں ہی تشریف لاتے اور گھر کی چھت پر بیٹھ کر شروع فجر کا انتظار کرتے جب فجر کو دیکھتے تو انگڑائی لیتے اور یہ دعائیہ کلمات پڑھتے اللہم انی احمدک واستعينک علی قریش ان یقیموا دینک یعنی اے اللہ! میں تیری حمد بیان کرتا ہوں اور تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں قریش کے متعلق تاکہ وہ تیرا دین قائم کر دیں۔

پھر آپ اذان پڑھتے وہ صحابہ فرماتی ہیں اللہ کی قسم میرے علم میں نہیں حضرت بلال نے کسی بھی اذان فجر سے پہلے یہ کلمات ترک کیے ہوں۔ یعنی ہمیشہ اذان فجر سے پہلے یہ دعائے کلمات پڑھا کر ہی اذان فجر دی۔

بنو نجار کی یہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون تھیں؟

طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۳۲۰ مطبوعہ دارالاحیاء بیروت پر ہے:-

اخیرنا محمد بن عمر حدثنی معاذ بن محمد عن یحییٰ بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارہ قال أخبرنی من سمع النوار ام زید بن ثابت تقول کان بنی اطلول بیت حول المسجد فكان بلال یؤذن فوقہ الخ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ بنو نجار کی صحابہ حضرت نوار ہیں جو کہ جلیل القدر انصاری صحابی حضرت سیدنا زید بن ثابت کی والدہ محترمہ ہیں اور ان کا سلسلہ نسب طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ ۳۱۹ پر یوں ہے:- النوار بنت مالک بن صرمہ بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار و امہا سلمیٰ بنت عامر بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار تزوجھا ثابت بن الضحاک۔ الخ

واضح ہوا کہ یہ صحابہ حضرت نوار بنت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اذان سے قبل دعائے کلمات ہمیشہ پڑھنے والی اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی (الموفی ۸۵۲ھ) فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ مکتبہ سلطیہ پر ارشاد فرماتے ہیں:-

روایت عمرو قاعن امر اقم بنی النجار قالت کان بلال یجلس علی بنی و هو

اعلیٰ بیت فی المدینۃ فاذا رأى الفجر تمطأ ثم اذن اخرجه ابو داؤد و
اسنادہ حسن۔

یعنی حضرت نوار بیت مالک نماز یہ دلی یہ حدیث جس کی تخریج ابوداؤد نے کی حسن
اسناد سے مروی ہے۔

علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف الزلیحی (المتوفی ۷۶۳ھ) نصب الرایۃ
فی تخریج احادیث الہدایۃ جلد اول صفحہ ۳۶۲ (مطبوعہ نوربے رضویہ۔ لاہور) پر
فرماتے ہیں :- حدیث آخر اجر جہ ابو داؤد عن ابن اسحاق عن محمد بن
جعفر بن الزبیر والذي يقال في هذا الخبر انه حسن۔ یعنی ابوداؤد کی
تخریج کردہ یہ حدیث، حدیث حسن ہے۔

اعتراض :- اس سند میں محمد بن اسحاق موجود ہیں جو کہ کھلس ہیں اور محمد بن جعفر سے
انہوں نے من سے روایت کی ہے لہذا حدیث ضعیف ہوئی۔

تجاوب :- امام محمد بن عبدالملک بن ہشام الحافری (المتوفی ۲۱۳ھ) مسیرت ابن
ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ (مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت) پر اس حدیث کو باقاعدہ
تحدیث سے ہی بیان کرتے ہیں چنانچہ فرمایا :- ما كان يدعوه به لال قبل الفجر قال
ابن اسحاق وحدثني محمد بن جعفر بن الزبير عن عروة بن الزبير عن امرأة
من بني النجار قالت كان يتي من أطول بيت حول المسجد "الحديث
آپ درج بالا سند دیکھیں اس میں محمد بن اسحاق فرماتے ہیں "حدثني محمد بن
جعفر الزبير" لہذا احمد حدیث تصریح کے ساتھ ثابت ہوگئی۔

غیر مقلد ہائی علماء کے مابین امام علامہ ناصر الدین الہائی اپنی کتاب ”ارو الغلیل فی تخریج الاحادیث منار السبیل“ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷ پر فرماتے ہیں:-

نعم صرح ابن اسحاق بالتحديث في سيرة ابن هشام (۲/۵۶۱) فزالت بذلك شبهة تدليس وعاد الحديث حسنا. وقد حسنه ابن دقيق العيد في الامام كما في نصب الراية (۲۸۷۱) ہاں بے شک ابن اسحاق نے تحدیث کی صراحت بھی کی ہے سیرۃ ابن ہشام میں (۲/۵۶۱)۔ پس اس سے اس کی تدلیس کا شہرہ اٹل ہو گیا۔ اور حدیث حسن ہو گئی اور بے شک ابن دقیق العید نے الامام میں اس روایت کو حسن کہا ہے جیسا کہ نصب الراية (۲۸۷۱) میں ہے۔

واضح ہوا کہ محمد بن اسحق اگر سماع کی صراحت کر دیں تو حدیث صحیح ہو جاتی ہے جب کہ حافظ ابن حجر اور علامہ زلیخی نے اس حدیث مذکور کا حسن ہونا واضح کیا ہے جیسا کہ نصب الراية، فتح الباری میں ہے۔

امام محمد بن عبد الملک بن ہشام (الموفی ۲۱۳ھ) سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ پر حدیث بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عنوان ہی یہ قائم کرتے ہیں۔

ماکان يدعو به بلال قبل الفجر یعنی حضرت بلال اذان فجر سے قبل کیا دعا مانگا کرتے تھے؟

بہر حال درج بالا حدیث شریف سے قطعاً ثابت ہے کہ حضرت نواریت مالک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم کے مطابق سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اذان فجر سے پہلے دعا یہ کلمات پڑھتے رہے۔ جس سے یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ اذان سے قبل اگر دعا یہ کلمات عند الضرورت پڑھے جائیں تو یہ جائز ہے۔ اس سے اذان میں

درج بالا حدیث حسن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے ہیں کہ قریش عرب کا سب سے زیادہ معزز قبیلہ ہے اگر یہ تمام مشرف بہ اسلام ہو جائیں تو اسلام کو جزیرہ عرب میں قائم کر دیں گے۔ اسلام کو تقویت ملے گی لہذا اس ضرورت کے پیش نظر جب تک یہ ضرورت درپیش رہی وہ اذان سے قبل یہ دعا مانگتے رہے جس کو خواہن کمروں میں سنتی رہیں اور آگے روایت کرتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں کبھی منع نہ فرمایا۔ کسی صحابی نے اعتراض نہ کیا۔ جس سے واضح ہوا کہ کسی ضرورت کے پیش نظر مؤذن اذان سے پہلے دعائے کلمات پڑھ سکتا ہے اس سے اذان میں اضافہ نہیں ہو جائے گا۔ اسی طرح عذر کے وقت ”الصلوة فی الرحال“ والی احادیث سے ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت اذان کے بعد بھی اگر کلمات پڑھے جائیں گے تو اذان میں اضافہ متصور نہ ہوگا۔

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ احکام ”قیاس شرعی“ سے بھی ثابت ہوتے ہیں لہذا عبیدوں اور اسماعیلیوں نے جب ایک بدعت سینہ نکالی تو اس کے رد کے لیے ضابطہ شرمیہ کے تحت علمائے اکابر نے اذان سے پہلے یا اذان کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر درود و سلام کو جائز قرار دے دیا۔ جو کہ سوائے وہابی سلطنتوں کے تمام عالم اسلام میں صدیوں سے جاری و ساری ہے اور جیسا کہ گذر چکا بڑے بڑے اکابر علماء نے اس کے جائز ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کے عدم جواز کے قائلین کے کچھ سوالات

سوال ۱۰: کیا فقہ حنفی کی معتبر کتب میں یہ مسئلہ موجود ہے؟

جواب ۱۰: جی ہاں: درمختار، ردالمحتار، حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، محشی کتب معتبرہ حنفیہ کے اندر اس مسئلہ کی پوری وضاحت موجود ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند گو یا کہ تمام کا تمام ردالمحتار کا ترجمہ ہی ہے اگر وہ معتبر نہیں تو فتاویٰ دیوبند کا ہر صلحہ ردالمحتار کے محالوں سے کیوں بھرا ہوا ہے؟

سوال ۱۱: کتب فقہ حنفیہ میں اس کا کیا حکم بیان ہوا ہے؟

جواب ۱۱: الدر المختار مع ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۷۰۔ ۷۱ (مطبوعہ کوئٹہ) پر فرمایا

التسليم بعد الاذان وهو بدعة حسنة۔ یعنی اذان کے بعد سلام پڑھنا بدعت حسنة ہے۔

ردالمحتار یعنی فتاویٰ شامی جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۱ (مطبوعہ کوئٹہ) پر ہے:-

والصواب من الاقوال انها بدعة حسنة۔

یعنی درست ترین قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنة ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے بھی بات فقہ حنفی کی کتاب ”النہر الفائق“ کے حوالہ سے بھی لکھی ہے۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ نور محمد کراچی پر علامہ سید احمد طحطاوی حنفی (المتوفی ۱۲۳ھ) لکھتے ہیں:-

والصواب من الاقوال انها بدعة حسنة۔ کہ صحیح ترین بات یہ ہے کہ یہ بدعت

حسٹ ہے انہوں نے مزید ”الدرة المنيفة“ کا حوالہ دیا ہے۔ درج بالا حوالہ جات سے واضح ہوا کہ فقہ حنفی کی کئی کتابوں میں (جیسے درمختار، ردالمحتار، النہر، درۃ منیہ، طحطاوی وغیرہا) یہ مسئلہ موجود اور اسے بدعت سیئہ نہیں بلکہ بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔

بدعت حسنہ کا حکم شرعی

صحیح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۲۷ کتاب الزکوۃ (مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) پر حضرت سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث صحیح ہے کہ:-

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَ فِي الْإِسْلَامِ سَنَةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرٌ مِنْ عَمَلِ بَہَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِ رَہْمِ شَيْءٍ وَمَنْ مَنَ فِي الْإِسْلَامِ سَنَةً سَنِيَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرٌ مِنْ عَمَلِ بَہَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَرِہْمِ شَيْءٍ“

یعنی ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا اللہ تعالیٰ اس کو اس اچھے طریقے نکالنے کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اس کے بعد جتنے لوگ اس اچھے طریقے پر عمل کریں گے ان سب کا مجموعی ثواب بھی پہلے شخص کو ملے گا اور ان بعد کے عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی اور جس شخص نے اسلام میں کوئی نیا برا طریقہ نکالا اس کا اس کو گناہ ہوگا اور جتنے لوگ بعد میں عمل کریں گے ان سب کا مجموعی گناہ بھی ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی۔

حدیث درج بالا میں فرمایا گیا ہے کہ جو اسلام میں سنت حسنة نکالے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور جو اسلام میں "سنت سیئہ" نکالے گا اللہ تعالیٰ اس کا گناہ اسے عطا کرے گا۔ ظاہر ہے کہ میرے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی کوئی بھی سنت سیئہ (بری) نہیں ہو سکتی جو شخص نبی علیہ السلام کی کسی سنت کو سیئہ جانے گا وہ فوراً کافر ہو جائے گا لہذا واضح ہوا کہ اس حدیث شریف میں لفظ سنت اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی راہ اور طریقہ کے معنی میں۔

لہذا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرنے کا اجر و ثواب ہے۔ اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کے متعلق علمائے احناف، علمائے شافعیہ، علمائے حنبلیہ و علمائے مالکیہ نے "بدعت حسنة" کا حکم شرعی بیان فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ علمائے امت کے نزدیک یہ کام باعث اجر و ثواب ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام فرض، واجب یا سنت نہیں بلکہ ایک جائز اور اچھا کام ہے اللہ کی بارگاہ سے اس پر اجر و ثواب ہے۔

اس امت کے فرائض میں سے ہے کہ:- **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَعْلَمْ رَبُّكُمْ أَن تَكُونُوا تَارِكِينَ** (القرآن) یعنی یہ امت سب امتوں میں سب سے اعلیٰ و افضل ہے جو کہ باقی انسانیت کی رہنمائی کے لئے نکالی گئی ہے یہ امت ہمیشہ بھلائی کا حکم کرتی ہے اور برائی سے منع کرتی ہے۔

قیاس شرعی کی روشنی میں اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام ایک معروف اور نئی کا کام ہے جس پر اجر و ثواب ہے لہذا امت میں اس کو جاری بھی رکھا جائے گا اور اس کے متعلق لوگوں کو بتایا بھی جائے گا۔ جو لوگ رات، دن اس کے خلاف بڑی شدت کا مظاہرہ کر رہے ہیں

ان کا یہ عمل کسی حد تک درست تو ہے مگر جب یہ منکر اور بری بات ہوتی حالانکہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں یہ اچھا اور نیکی کا کام ہے۔ لہذا ایسے لوگ نیکی کو برائی اور معروف کو منکر بنانے پر عمل ہی نہیں اور یہ دین میں تہدیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

سوال ۱۰: قرآن اور حدیث سے اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام دکھایا جائے؟

جواب ۱۰: قرآن اور حدیث شریف نے ہی ارشاد فرمایا ہے کہ ”اصول شریعت“ چار ہیں۔ قرآن پاک، حدیث پاک، اجماع امت اور قیاس شرعی۔

میرے آقائے کریم علیہ السلام نے حدیث صحیح کے مطابق ضرورت کے وقت اذان کے بعد ”الا صلوا للہی الرحال“ کا حکم دیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک ضرورت رہی اذان سے پہلے قریش کے مطلق دعائیہ کلمات ہمیشہ پڑھتے رہے۔ جس سے اصول حاصل ہو گیا کہ عند الضرورت اذان سے پہلے یا اذان کے بعد امیر المؤمنین یا فقیہ وقت حکم جاری کرے گا کچھ مخصوص کلمات کے کہنے کا تو اس سے اذان میں اضافہ بھی نہ ہوگا اور یہ امر بذریعہ قیاس شرعی قطعاً جائز بھی ہوگا جیسا کہ علمائے اسلام نے اپنی معتبر کتب میں اسکی تصریح و توضاحت فرمائی ہے۔

عبید یوں کے تختہ کو ختم کرنے کے لیے سلطان اسلام صلاح الدین ایوبی عظیم علمی ہستی نے ۵۶۷ھ میں اذان کے ساتھ مصر و شام میں صلوٰۃ و سلام شروع کروایا اور تمام علماء و مفتہائے وقت نے تائید کی۔ پھر تمام عالم اسلام میں حکمرانان اسلامی کے حکم اور علمائے وقت کی تائید سے ۷۹۱ھ میں یہ سلسلہ شروع ہوا۔ چونکہ قیاس شرعی کا تقاضا

ہے کہ اذان سے پہلے یا بعد میں ایسا کرنا جائز ہے۔ قیاس کا حکم قرآن وحدیث نے دیا۔ لہذا مسئلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بالکل جائز ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دور مبارک ظاہری، صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم کے ادوار مبارکہ میں طواف کعبہ اور صفا و مروہ کی سعی دوسری تیسری منزل پر نہ ہوتی تھی زمین سے اوپر کی منازل میں طواف اور سعی کے حلقے کون سی آیت یا حدیث شریف ہے؟ یقیناً قیاس شرعی سے ہی مسئلہ واضح ہوا ورنہ لاکھوں مسلمانوں کے حج و عمرہ کا کیا حکم ہوگا؟

سوال ۱:- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مسجد شریف کے مؤذنین کے عمل سے اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کو ثابت کیا جائے؟

جواب ۱:- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مسجد شریف کے ہی مؤذن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان سے قبل دعائیہ کلمات پڑھتے تھے اور صلوٰۃ وسلام افضل ترین دعا ہے۔ (جلاء الافہام از علامہ ابن قیم جوزیہ صفحہ نمبر ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مسجد شریف میں اذان میں الاصلو الھی و حالکم پڑھوایا تھا۔ (مسلم شریف) ۹۱ھ سے لے کر تقریباً ۳۲۲ھ تک مسجد نبوی شریف علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام جاری رہا ہے جسے وہابی حکومت نے آ کر ختم کیا۔ وہابیوں کے حلقے ۶۸ علما نے دیوبند کا فتویٰ ”المہمد“ ان کی کتاب میں ملاحظہ فرما لیا جائے۔

سوال ۱:- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے مؤذن کو اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا صریح حکم دیا ہے؟

جواب ۱:- کیا یہ اصول ہے کہ امت کے لیے صرف اور صرف وہی کام جائز ہوگا۔ جس کا حکم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صریح الفاظ میں دیا ہو؟ اگر ایسا ہی ہے تو۔

۱۔ رمضان المبارک کی ہر رات میں تراویح باجماعت پڑھنے کا صریح حکم کسی ایک حدیث شریف میں دکھایا جائے۔

۲۔ جمعہ المبارک کی موجودہ دور کی پہلی اذان کا حکم صریح دکھایا جائے۔

۳۔ خاص طور پر علمائے دیوبند سے یہ سوال ہے کہ الفاظ کے ساتھ نماز کی نیت کا حکم صریح دکھایا جائے۔

۴۔ وضو میں علمائے دیوبند گردن کے مسح کا حکم صریح دکھائیں۔

۵۔ نمازوں کے اوقات اپنے اپنے سینڈ رڈ ٹائم کے مطابق جاری کرنے کا حکم صریح دکھائیں۔

۶۔ مساجد کے مینار بنانے کا حکم صریح دکھائیں۔

۷۔ مدارس کے مختلف نام رکھنے کا حکم صریح دکھائیں۔

۸۔ مقدار لمبیہ کے حلق حکم صریح دکھائیں۔

۹۔ غتم ہائے بخاری شریف کے حلق حکم صریح دکھائیں۔

۱۰۔ طواف کعبہ اور صفا و مروہ کی سعی زمین سے اوپر کی منازل میں ہونے کا حکم صریح

دکھائیں۔

شریعت اسلامیہ کے بے شمار احکام اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم صریح کے بغیر اصول شرع کی روشنی میں جانز ہو سکتے ہیں تو اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کے مسئلہ پر علی الحاقین ”حکم صریح“ کا مطالبہ کس بنیاد پر کرتے ہیں؟

اگر تو آپ نے اپنی جانب سے مجھے اصول گھڑ کر ایک نیا دین قائم کر رکھا ہے تو الگ بات ہے ورنہ اسلامی شریعت کے اصول پہلے دیکھ لیا کریں اس کے بعد ان اصولوں کے دائرے میں کسی بھی مسئلہ کی تحقیق فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ تمام امت مسلمہ کو ایسا حوصلہ عطا فرمائے کہ موجودہ دور زوال میں ایک دوسرے کی بات توجہ سے سن کر اس کا وزن کر کے درست بات کو مان سکیں اور جس کا رد کرتا ہے۔ من گھڑت اصولوں سے نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کے دیے گئے اصول و ضوابط سے اس کا رد کر سکیں۔ تاکہ اتحاد امت پیدا ہو سکے اور اسلام کے سیاسی و معاشی قلبہ کا ہدف حاصل ہو سکے۔ آمین یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علی الو اصحابہ اجمعین۔

حررہ محمد شوکت علی سیالوی غفرلہ

۵۔ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ، 16۔ اگست 2010ء